دارالافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

:- مجیب و مفتی :-

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الواحد زید مجدہم ، مدرس و نائب مفتی جامعہ مدنیہ

مستفتیین و مستفسرین کے اسماء گرامی خود ان کی ہی مصلحت کے پیشِ نظر محذوف ہیں۔

سوال

گزارش یہ ہے کہ آج کل پاکستان میں عورت کے وزیرِ اعظم / صدر بننے کے متعلق بحث چل رہی ہے کچھ علما کہتے ہیں کہ عورت سربراہِ مملکت بن سکتی ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ عورت سربراہِ مملکت نہیں بن سکتی براہِ کرم آپ قرآن و سنّت کی روشنی میں اس سلسلے میں ہماری رہنمائی فرماویں کہ کیا عورت سربراہِ مملکت صدر / وزیر اعظم بن سکتی ہے یا نہیں ؟　(۸۸ء - ۱۲ - ۲۷)

الجواب باسم ملهم الصواب حامدا و مصليا

عورت کو سربراہِ حکومت بنانا جائز نہیں کیونکہ

پہلی وجہ عورت کے لیے پردے اور حجاب کا حکم ہے جبکہ کسی ملک کی سربراہی کے لیے جو کام ضروری ہیں انکو پردے اور حجاب میں رہتے ہوئے کرنا ممکن نہیں۔

الف - لان النساء امرن بالقرار فی البیوت فکان مبنی حالھن علی الستر و الیہ اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث قال کیف یفلح قوم تملکھم امرأۃ

(ص ۴۰۵ ج ۱ رد المحتار)

ترجمہ : کیونکہ عورتوں کو گھروں میں ٹھہرنے کا حکم ہے لہٰذا اُن کی حالت کا دارومدار پردے پر ہے۔ اسی کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا جبکہ آپ نے کہا کہ وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس پر عورت حکمران ہو۔

(ب) وفی الاشباہ من احکام الانثی انحتار فی المسایرۃ جواز کونھا نبیّۃً لا رسولۃ لبناء حالھن علی الستر (ص ۳۹۶ ج ۴ رد المحتار)

اشباہ کے احکام الانثی ہیں ہے کہ (عقائد کی کتاب) مسایرۃ میں اس بات کو اختیار کیا ہے کہ عورت نبی ہوسکتی ہے رسول نہیں کیونکہ عورتوں کی حالت کا دارو مدار پردے پر ہے۔

اشباہ میں مذکور اس فرق کی وجہ کی وضاحت اس طرح ہے کہ رسول اپنے وقت کے حاکم بھی ہوتے ہیں جبکہ نبی کے لیے ایسا ہونا ضروری نہیں ہے۔

دوسری وجہ عورت ناقص عقل و ناقص دین ہے۔

(الف) شرح المقاصد میں علّامہ تفتازانی رحمہ اللہ عورت کی سربراہی کے خلاف دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والنساء ناقصات عقل و دین ممنوعات عن الخروج الی مشاهد الحکم و معارك الحرب

عورتیں عقل و دین میں ناقص ہیں اور حکم کے مواقع اور جنگ کے معرکوں کی طرف اُن کا نکلنا منع ہے۔

(ب) والمرأة تقضی فی غیر حد وقود و ان أثم المولی لها الخبر البخاری لن یفلح قوم ولوا امرهم امرأة

حد اور قصاص کے علاوہ دیگر مقدمات میں عورت فیصلہ دے سکتی ہے اگرچہ اس کو قاضی و جج مقرّر کرنے والا گناہ گار ہوگا کیونکہ بخاری کی حدیث ہے کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جو کسی عورت کو اپنا حکمران بنالے۔

عورت کی سربراہی کے خلاف مذکورہ دو وجہوں میں سے جہاں تک پہلی وجہ کا تعلّق ہے تو اس کے بارے میں دلائل کے بدیہی ہونے کی بناء پر کسی قسم کے اشکال کی گنجائش نہیں اور تنہا یہی دلیل بھی کافی ہے۔

رہی دوسری وجہ تو اس بارے میں حدیث نبوی مارأیت من ناقصات عقل و دین ...الخ بطور دلیل کے کافی ہے اور اگرچہ فرمان نبوی کے ہوتے ہوئے کسی قیل وقال کی گنجائش نہیں، لیکن چونکہ اس بارے میں بعض لوگوں میں خاصی غلط فہمی پائی جاتی ہے، لہٰذا اس پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب دیا جاتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱ فتح الملہم شرح صحیح مسلم ص ۱۳۶ ج ۱ میں مذکور ہے۔

یعارضہ قولہ صلّی اللہ علیہ وسلّم	اس کے معارض رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم
کمل من الرجال کثیر ولم یکمل	کا یہ ارشاد ہے کہ مردوں میں سے بہت سے
من النساء الا مریم بنت عمران	کامل ہوئے جبکہ عورتوں میں کامل نہیں ہوئیں

و آسیة بنت مزاحم و فی روایة اربع و ھو ما رواہ الترمذی و أحمد من حدیث انس رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم حسبك من نساء العالمین باربع مریم بنت عمران وآسیة امرأة فرعون وخدیجة بنت خویلد و فاطمة بنت محمّد صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم

مگر مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم اور ترمذی اور مسند احمد کی روایت میں چار عورتوں کا ذکر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جہانوں کی عورتوں میں چار کافی ہیں۔ مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ اور خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

قلت اجاب بعضھم بان بعض الافراد خرج عن ذلك لانہ نادر قلیل۔ والجواب السدید فی ذلك ھو ان الحکم علی الکل بشئ لایستلزم الحکم علی کل فرد من افرادہ بذلك الشئ قالہ العینی

مَیں کہتا ہوں کہ بعض لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ بعض افراد نادر اور قلیل ہونے کی وجہ سے (اس حکم سے) خارج ہیں صحیح جواب یہ ہے کہ کل پر کسی شے کا حکم اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اس کل کے ہر ہر فرد پر وہ حکم ہو۔

جواب ہمارے نزدیک یہ معارضہ مسلّم نہیں ہے کیونکہ جن خواتین کا حدیث میں ذکر ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نقصان عقل و دین کی جو تشریح فرمائی۔ (قلن وما نقصان دیننا وعقلنا یارسول اللہ قال ألیس شھادة المرأة مثل نصف شھادة الرجل قلن بلی قال فذلك من نقصان عقلھا قال ألیس اذا حاضت لم تصل ولم تصم قلن بلی قال فذلك من نقصان دینھا)۔ عورتوں نے پوچھا یارسول اللہ ہمارے دین اور عقل کے نقصان کی کیا صورت ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کیا ایک عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف کے برابر نہیں ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ جی ہاں ایسا ہی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ اس کی عقل کا نقصان ہے۔ پھر آپ نے پُوچھا کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت کو جب حیض آتا ہے تو وہ نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے۔ عورتوں نے کہا کہ جی ہاں ایسا ہی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تو یہ اُن کے دین کا نقصان ہے۔

یہ اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں کیونکہ اُن کے نقصان عقل کے بارے میں اگرچہ تردد ہوسکتا ہے لیکن اُن کا نقصان دین تو بلا تردد متحقق ہے۔ بلکہ دونوں حدیثوں کو جمع کریں تو حاصل یہ ہُوا کہ عورتوں میں معہود خِلقی نقص ان کی ولایت کے منافی نہیں ہے اور اس کے ہوتے ہُوئے بھی وہ ولی کامل ہوسکتی ہیں۔

اعتراض ۱۲ البتہ کمال کی حدیث سے صرف نظر کر کے اگر تنہا اس قاعدے کو مدِّنظر رکھیں جو فتح الملہم میں مذکور ہے۔ یعنی" ان الحکم علی الکل بشیئ لا یستلزم الحکم علی کل فرد من افرادہ بذلك الشیئ " تو خیال ہوسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ کچھ عورتیں ناقص العقل ہونے کے حکم سے مستثنیٰ ہوں اور اس خیال کی تائید اس مشاہدہ سے ہوتی ہے کہ زمانۂ قدیم وجدید میں ایسی عورتیں گزری ہیں جنہوں نے بڑی کامیابی کے ساتھ حکومت کی یا جوبہت سے انتظامی شعبوں کو عمدہ طریقے پر چلاتی رہی ہیں۔

جواب الف ناقص العقل ہونے کی تنہا اگر یہی وجہ ہوتی کہ عورتوں میں نسیان کا غلبہ ہوتا ہے رلما ان النسیان غالب علی طبع النساء لکثرۃ الرطوبۃ فی امزجتھن ۔ روح المعانی) تب بھی جب قرآنِ پاک میں شہادت کے مسئلہ میں عورتوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی گئی بلکہ تمام عورتوں کے لیے ایک ہی حکم دیا گیا ہے، حالانکہ خود قرآنِ پاک کی آیت ان تضل احداھما فتذکر احدھما الاخری (کہ ان میں سے ایک بھُول جائے تو ایک دوسری کو یاد کرا دے۔) سے یہ گنجائش ظاہر ہوتی ہے کہ ممکن ہے کہ دونوں عورتوں میں سے کسی کو بھی شہادت کے واقعہ کے بارے میں نسیان نہ ہو تو دیگر احکام میں تفریق کیونکر روا رکھی جائے گی۔

(ب) نیز عورتوں اور مردوں کے مزاج اور طبیعت کے درمیان بہت کچھ فرق ہوتا ہے۔ دیکھیے اسی حدیث میں مذکور ہے

ما رأیت من ناقصات عقل و دین اذھب للب الرجل الحازم من احداکن (مَیں نے تم سے زیادہ کسی ناقص عقل و دین والی کو نہیں دیکھا جو انتہائی سمجھدار مرد کی عقل کو لے جانے والی ہو) اس میں عورت کے مخصوص مزاج اور طبیعت کی طرف اشارہ ہے کہ جس کو کام میں لا کر وہ بسا اوقات انتہائی سمجھ دار مرد کو بھی پھسلا دیتی ہے اور جب وہ اپنی مخصوص طبیعت کی بنار پر حازم شخص سے بے عقلی کے کام کروا لیتی ہے تو کیا خود اس کام کے بارے میں ناقص العقل ہونے کا مظاہرہ نہ کر رہی ہوگی۔

(ج) پھر جو اشخاص مرد اور عورتیں ان مذکورہ مسلمات کو بھی نہ سمجھیں تو کیا ان کی کم عقلی پر مزید کسی

دلیل کی ضرورت ہوگی؟

اعتراض ۳: اگر ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ عورت ناقص العقل ہے، لیکن مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاوی صفحہ ۹۲ جلد ۵ میں ذکر کیا کہ "پس قرآن سے ظاہراً ثابت ہوگیا کہ سلطنت جمہوری عورت کی ہوسکتی ہے ..... اور راز اس میں یہ ہے کہ حقیقت اس حکومت کی محض مشورہ ہے اور عورت اہل ہے مشورہ کی"؛

جواب حدیث میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔ لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأة عدم فلاح کی علّت عورت کا پردے میں رہنا بھی ہوسکتا ہے۔ اس کا ناقص العقل ہونا بھی ہوسکتا ہے اور اس کا عورت ہونا بھی (کہ پہلے دو اُمور کے علاوہ جسمانی طور پر کمزور بھی ہے اور اس کے ساتھ کچھ فطری عوارض بھی لگے ہوئے ہیں) ان عوارض کی بناء پر عورت ملک کی سربراہی کے کام احسن طریقے پر پُورے نہیں کرسکتی اور اس طرح امور احسن احوال پر نہیں رہیں گے۔

ب ۔ لفظ قوم نکرہ ہے جو تحت النفی آیا ہے۔ لہٰذا اس میں عموم ہے کہ جو بھی قوم اپنی حکمرانی عورت کے سُپرد کرے وہ فلاح نہیں پائے گی۔ اس بارے میں یہ خیال کرنا کہ سلطنت شخصی میں ایک شخص تنہا اپنی رائے پر عمل کرواتا ہے صحیح نہیں کیونکہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ کوئی بھی حاکم ہو خواہ وہ کتنا بڑے سے بڑا آمر کیوں نہ ہو مشیروں اور وزیروں کے بغیر ہو　وہ آمر اہم اُمور میں ان سے مشورہ لیتا ہی ہے اگرچہ یہ ممکن ہے کہ وہ آمر کی رائے ہی کو مقدم رکھیں۔ ایسے ہی ملکہ ایران کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ وہ اپنی انفرادی رائے پر ہی عمل کراتی ہوگی مناسب نہیں اور اس اعتبار سے دیکھا جائے تو جمہوری اور شخصی حکومتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

ج ۔ جمہوریت میں یہ نہیں ہوتا کہ پارلیمنٹ ہر ہر کام کا فیصلہ کرے بلکہ اُمور جزئیہ کا اختیار حکمران کو ہوتا ہے۔

د ۔ آیت ماکنت قاطعة امراحتی تشھدون میں احتمال ہے کہ امر مہتم بالشان مُراد ہو کیونکہ یہ بعید ہے کہ ملکہ سبا ہر ہر معاملہ میں خواہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو شوریٰ کا اجلاس بلاتی ہوگی۔ (حاصل یہ کہ تنوین تعظیم کے لیے ہو)

ھ ۔ عورت کے لیے پردے کا حکم اس کی تولیت کے منافی ہے۔ کیونکہ جمہوری حکومت بھی ہو تب بھی حکمران کو باہر آنا پڑتا ہے۔ پردے میں رہ کر ان ذمہ داریوں کو پُورا کرنا عملاً محال ہے۔

و ۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اگرچہ امداد الفتاوی میں اس طرح لکھا ہے۔

"حضرت بلقیس کی سلطنت کا قصّہ قرآن مجید میں مذکور ہے، اس میں آیت ہے ماکنت قاطعة أمرا حتی تشهدون جس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلطنت کا طرزِ عمل خواہ ضابطہ سے خواہ بلقیس کی عادۃ مستمرہ سے سلطنت جمہوری کا سا تھا اور بعد میں اُن کے ایمان لے آنے کے کسی دلیل سے ثابت نہیں کہ ان سے انتزاعِ سلطنت کیا گیا ہو پس ظاہر حکایت سلطنت اور عدم حکایتِ انتزاع سے اس سلطنت کا بحالہا باقی رہنا ہے اور تاریخ صراحۃً اس کی مؤید اور قاعدہ اصولیہ ہے کہ "اذا اقص الله ورسوله علينا امرا من غير نكير عليه فهو حجة لنا" پس قرآن سے ظاہراً ثابت ہوگیا کہ سلطنت جمہوری عورت کی ہو سکتی ہے۔

لیکن خود مولانا نے بیان القرآن میں فرمایا۔

"ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے۔ پس بلقیس کے قصّہ سے کوئی شبہ نہ کرے۔ اوّل تو یہ فعل مشرکین کا تھا۔ دوسرے اگر شریعت سلیمانیہ نے اس کی تقریر بھی کی ہو تو شرع محمدی میں اس کے خلاف ہوتے ہوئے وہ حجّت نہیں"۔

اور اگرچہ بیان القرآن کی عبارت زماناً اقدم ہے، لیکن دلائل کے اعتبار سے قوی ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ میں اس کے معارض دلائل موجود ہیں جو نکیر پر دلالت بھی کرتے ہیں جیسے

۱۔ حدیث نبوی لن يفلح قوم ولوا امرهم امرأة

۲۔ حدیث نبوی واذا كان امراؤكم شراركم واغنياءكم بخلاءكم وامور كم الى نساءكم فبطن الارض خير لكم من ظهرها　(مشکوٰۃ ص۴۵۹)

۳۔ حجاب کے احکام

اعتراض ۱۷: کچھ لوگ اس موقع پر غیر مسلم حکمران عورتوں یا ایک دو مسلم حکمران عورتوں کی مثال پیش کرتے ہُوئے کہتے ہیں کہ اُن کے دَور میں عدم فلاح کی کوئی بات نظر نہیں آتی۔

جواب یہ بڑی جہالت کی بات ہے کیا ایک جوان عورت کا بے پردہ مردوں کے سامنے آنا فلاح کے منافی نہیں اور الناس علی دین ملوکھم کے تحت کیا بے پردگی کو رواج نہیں ملے گا؟ نیز یہ سوچ تو فلاح کے دائرہ کو محدود کرنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ فلاح صرف معاش اور مروجہ سیاست تک محدود نہیں بلکہ فلاح کا دائرہ تو لوگوں کے اخلاق ان کی تہذیب اُن کی دینداری اور ان کے ایمان کی حفاظت کو بھی محیط ہے۔

اعتراض نمبر ۵ گزشتہ اعتراض کے جواب سے یہ ایک اور اعتراض پیدا ہُوا کہ اُوپر جس فلاح کا ذکر کیا گیا وہ تو بہت سے مرد حکمرانوں کے دَور میں بھی نصیب نہیں ہوتی کیونکہ وہ خود بھی فاسق ہوتے ہیں اور فسق کو رواج دیتے ہیں اور جب فاسق مرد کی حکمرانی کو قبول کیا جا سکتا ہے تو عورت کی حکمرانی کو کیوں قبول نہیں کیا جا سکتا؟

جواب

۱۔ فاسق مرد کی حکمرانی فاسق (بے پردہ) عورت کی حکمرانی کے مقابلے میں اَہوَن ہے کیونکہ مرد میں تو صرف فسق کا عیب ہُوا جبکہ عورت میں اس کے عورت ہونے کی کمزوری بھی شامل ہوگئی ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی شخص کے حکمران بننے کی دو صورتیں ہیں۔ (الف) اشراف و اعیان اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ (ب) قہر و غلبہ حاصل ہو جس کے خوف سے لوگوں میں اس کا حکم نافذ ہو۔

ان السلطان یصیر سلطانا بامرین بالمبایعة معه من الاشراف والاعیان و بان ینفذ حکمه علی رعیته خوفا من قهره (رد المحتار ص۳۱۸ ج۴)

فاسق کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر غلبہ و قہر کی بناء پر کوئی فاسق حکمران بن جائے اور اس کے مقابلے کی قوّت نہ ہو تو اس کو برداشت کیا جاتا ہے۔ قبول نہیں کیا جاتا اور ظاہر ہے کہ کسی ظالم و فاسق کو حاکم بنانا یا حاکم قبول کرنا اور بات ہے اور اس کو برداشت کرنا اور بات ہے۔

اگر کہا جائے کہ جمہوریت میں تو لوگ ووٹ ڈال کر خود حاکم بناتے ہیں یا بطور حاکم قبول کرتے ہیں، تو اسکا جواب یہ ہے کہ حاکم بنانے میں عوام کی رائے کا اعتبار نہیں ہے۔ حاکم مقرّر کرنے میں اہلِ علم و فہم اور اہلِ تجربہ کی رائے معتبر ہوتی ہے عوام کو کسی بھی طریقے سے ورغلا کر اور پھسلا کر ان سے ووٹ لے کر شریعت کی رو سے نااہل کا حکومت حاصل کرنا بھی شریعت کی رو سے تغلب اور آمریّت کا طریقہ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی نااہل حکومت پر قبضہ کر لے تو اگر اس کو قہر و غلبہ حاصل ہو اور اس کو ہٹانے کی کوشش میں مزید فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو اور اس کو ہٹانے کی کافی قوّت نہ ہو تو اس کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ خواہ وہ حکمران کافر ہو یا فاسق و فاجر ہو یا عورت ہو خاص طور سے جبکہ وہ عورت فاسق بھی ہو، لیکن جیسے کافر و فاسق کی حکمرانی کو جائز نہیں کہہ سکتے اسی طرح عورت کی حکمرانی کو بھی جائز نہیں کہہ سکتے اور جیسے کافر اور فاسق و ظالم کو ہٹانے کا موقع ہو اور بھرپور قوّت ہو تو اس کو استعمال میں لانا چاہیے۔ اسی طرح عورت کی حکمرانی کے خلاف بھی جو کچھ اپنے اختیار و قوّت میں ہو اس کو استعمال میں لانا ضروری ہے۔